فقہ اسلامی کی رومی قانون سے ماخوذیت کا استشراقی نقطۂ نظر

یاسر عرفات اعوان*

ABSTRACT:

Orientalism has contributed a lot to Islamic Sciences. Islamic law and its origin is one of the favourite areas of the Orientalists to research, they also have developed literature on Islamic law and its basis. Unfortunately, they ignored the Muslim's perspective and disfigured the reality about the origin and foundations of Islamic law. They emphasized that Islamic law contains foreign cultural influences. It has been claimed by the Orientalist's Scholarship that Islamic law shows undeniable traces of influence of Roman law. But they do not have sufficient evidences to prove their standing right. In this article Orientalist's viewpoint is being critically analyzed.

Keywords: Islamic Law, Roman Law, Orientalists, GoldZiher.

اسلامی علوم کی درجہ بندی میں علوم ہائے قرآن وحدیث کے بعد علم الفقہ وہ علم ہے جو سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ علمائے قرآن وحدیث نے اس علم کی آبیاری میں اپنی بہترین صلاحیتوں کو صرف کیا اور اِس علم کے شعبہ میں ایک شاندار اور لازوال اضافہ کیا۔ اسلامی فقہ نے وسعت اور ہمہ گیری کے ساتھ انسانی زندگی کا احاطہ کیا اور زندگی کے جملہ مسائل ومشکلات میں رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا جس کی بنیادی وجہ اس کی اصل کا الہامی ہونا ہے۔ مستشرقین نے تمام ممکنہ جہات سے فقہ اسلامی کو ناقص وناکارہ ثابت کرنے کی کوشش کی خاص طور پر اس کی اصل اور مصادر کو تنقید کا نشانہ بنایا انھوں نے فقہ اسلامی کو نئے قانون کے طور پر متعارف کروایا ان کے اس نقطہ نظر کی جھلک استشراقی ادب میں جا بجا دکھائی دیتی ہے۔ گو کہ حلقہ مستشرقین میں اس نقطۂ نظر یا نظریہ کے موید ین کے ساتھ ساتھ مخالفین بھی موجود ہیں لیکن وہ مجموعی رائے کو متاثر نہیں کر سکے اسلامی قانون کے رومی قانون سے ماخوذ ہونے کی رائے سب سے پہلے ۱۸۶۵ء میں پیش کی گئی، ڈاکٹر سی اے نال لینو (C.A.Nallino) کے بقول وہ پہلا شخص جس نے دعویٰ کیا کہ اسلامی قانون مادی حد تک رومی قانون سے ماخوذ ہے۔ ۱۸۶۵ء میں دومے نی کوکات تیسکی (Domeni cogathesche) تھا اسے نہ عربی آتی تھی اور نہ ترکی لیکن اسے سلطنت عثمانیہ (ترکی) اور مصر سے تعلق رکھنے والے مسائل قانون وضابطہ سے بڑی دلچسپی تھی اس کا گمان تھا کہ رومی احکام وقواعد کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب جعلی حدیثوں کی شکل میں مسلمانوں نے اپنے ہاں باآسانی داخل کرلیا ہوگا(۱)۔

* ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علومِ اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد　　برقی پتا: awangcuf@gmail.com
تاریخِ موصولہ: ۲۰۱۶/۲/۱۲ء

تیسکی کے مذکورہ گمان کو بعد میں حقیقت کے طور پر پیش کیا گیا اور رومی و اسلامی قانون کے درمیان مشابہہ نکات کو منظر عام پر لانے کا اہتمام کیا گیا تا کہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ اسلامی قانون رومی قانون ہی کا چربہ ہے عالم مغرب اور حلقہ استشراق میں اس نظریہ کو پروان چڑھانے والے حضرات میں تین شخصیات اہم ہیں۔ پروفیسر شیلڈن آموس (G.Sheldon Amos) سواس پاشا (Savvas Pasha) گولڈ زیہر (Gold Ziher)(۲)۔

پروفیسر شیلڈن رومی قانون مدنی (Roman Civil Law) کا ماہر تھا اسی موضوع پر اس نے کتاب بھی تصنیف کی جس نے شہرت پائی شیلڈن رومی قانون کے ایک شعبے کا تو ماہر تھا لیکن اسلامی قانون کے بارے میں اس کا مطالعہ سطحی قسم کا تھا وہ خلفائے اسلام کے احکام کو اسلامی قانون کا ماخذ قرار دیتا ہے حالانکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلامی قانون کا ماخذ قرآن وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سواس پاشا ترکی سلطنت میں ایک عیسائی افسر تھا اس نے بھی یہ باور کروانے کی کوشش کی کہ قانون اسلامی رومی قانون کے اثرات کا شکار رہا تیسری اور سب سے اہم شخصیت اگناز گولڈز ہیر کی ہے کہ جو علوم اسلامیہ سے متعلقہ مباحث میں اپنی تحقیقات کی بنا پر عالم مغرب میں غیر معمولی شہرت کا حامل ہے گولڈ زیہر نے اس بات کا پرچار کیا کہ رومی و اسلامی قوانین میں بعض مشابہتیں دکھائی دیتی ہیں جنہیں مدنظر رکھ کر یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ یہ راست نقل (Borrowing) کی بنا پر ہی ہوسکتی ہیں۔

گولڈ زیہر کا نقطہ نظر اور اُس کی حقیقت

پروفیسر فٹیز جیرالڈ (Fitzgerald) نے اپنے ایک وقیع مقالے میں ان مقامات کی نشاندہی کی ہے جو گولڈز یہر کے مطابق اسلامی قانون میں رومی قانون کی اساس کے حامل ہیں۔

1- "The word fiqh is as we cannot fail to see a translation of prudentia, both meaning "Reasonableness".
2- "The Dualism of leges scriptae and leges non-scriptae is derived from Roman law."
3- "Just as Roman legal opinion gave great weight to the opinio prudentum in legal deductions so the Islamic prudentes assumed the prerogative of an authoritative subjective opinio; for rai ra'y, as it is called in arabic, is a literal translation of latin term."
4- "The principle known in arabic as maslaha or istisla is the Roman standard of utilitas publica".(۳)

۱۔ گولڈ زیہر کے بقول فقہ کا لفظ حقیقت میں لاطینی لفظ (Prudentia) کا ترجمہ ہے اور ان دونوں الفاظ کے معنی معقولیت کے ہیں، فاضل مستشرق کا یہ دعویٰ سند اور دلیل کی قوت سے محروم ہے۔ فقہ کا لفظ قبل از اسلام بھی عربوں میں مستعمل تھا عربی کا محاورہ ہے ''فلان لا یفقه و لا ینقه'' فلاں شخص میں ذرا بھی سمجھ بوجھ نہیں ہے۔ قرآن مجید نے فقہ کے بعض مشتقات کا تذکرہ کیا ہے جیسے: ''لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ.''(۴)

اسی طرح احادیث نبویہ میں بھی لفظ فقہ کثرت سے مستعمل ہے فقہ کا لفظ دلالت کے اعتبار سے لاطینی اصطلاح سے

واضح فرق رکھتا ہے۔اس لیے حقیقت یہ ہے کہ فقہ کا لفظ اسلامی قانون کے لیے قرآن وسنت کی بنیاد پر مستعمل ہے اور لاطینی زبان سے اس کا کوئی تعلق یا نسبت ثابت نہیں ہے۔

۲۔ گولڈزیہر کا کہنا ہے کہ احکام فقہ کا دو قسموں کا ہونا (Leges scriptae اور Leges non scriptae) میں یہ تقسیم رومی قانون سے ماخوذ ہے اسلامی قانون میں لکھے ہوئے سے مراد اس کے نزدیک نص یعنی قرآن وسنت ہیں اور نہ لکھے ہوئے سے اس کی مراد قیاس ہے گولڈزیہر کا یہ بیان سطحیت کا حامل ہے اس لیے کہ یہ صورت دیگر نظام ہائے قانون میں بھی پائی جاتی ہے جن میں رومی قانون سے ماخوذ ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں نصوص فقہی وقانونی احکام کی حامل ہیں لیکن سارے مسائل کے بارے میں ہدایات کی حامل تو نہیں ہیں۔قیاس کے ذریعے اہل علم نصوص سے استنباط کرتے ہیں اور نئے پیش آنے والے مسائل کے بارے میں فقہی وقانونی رائے لاتے ہیں۔

۳۔ گولڈزیہر کے بقول جس طرح روما کے اہل قانون کی رائے میں ''علمائے قانون کی رائے'' بہت وزنی چیز تھی اسی طرح مسلمان فقہا نے بھی یہ امتیاز حاصل کرلیا کہ ایک واجب العمل موضوعی (شخص) رائے کا اظہار کرسکیں عربی اصطلاح ''رائے'' لاطینی اصطلاح Opinio کا لفظی ترجمہ ہے۔

گولڈزیہر محض بعض لفظ مشابہتوں کی بنیاد پر یہ رائے قائم کرتا ہے کہ اسلامی قانون رومی قانون سے متاثر ہوا ہے لیکن دلائل سے ثابت نہیں کرتا اسلامی قانون میں (فقہیہ کی) رائے کا تصور انفرادیت کا حامل ہے کسی مسئلے میں قرآن وسنت کے واضح حکم کے مقابلے میں کسی مسلمان فقیہ کو رائے دینے کا حق حاصل نہیں ہے ہاں نص کی عدم موجودگی میں اجتہادی قواعد وضوابط کی روشنی میں اور شرعی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے رائے کا اظہار کرسکتا ہے اور ایسی صورت میں وہ رائے شخصی یا ذاتی نہیں کہلائے گی کیونکہ بہرحال اس کے پیچھے نصوص واصول موجود ہیں رومی قانون میں علمائے قانون کی رائے مصدر قانون کی حیثیت رکھتی ہے اسلامی قانون میں ایسا نہیں ہے اس لیے رومی علمائے قانون اور مسلمان فقہاء کی آراء کو ایک ہی درجے میں رکھنا درست نہیں ہے۔

۴۔ گولڈزیہر کے بقول اسلامی قانون میں مصلحت یا استصلاح کا جو قانون پایا جاتا ہے یہ رومی قاعدہ ''مفاد عامہ'' Utilitus publica ہی ہے فاضل مستشرق کی یہ رائے بھی حقیقت کے مطابق نہیں ہے اس لیے کہ مفاد عامہ کو رومی قانون کی ترقی کے لیے بطور اصول کبھی صراحت سے تسلیم نہیں کیا گیا کرون (Crone) نے بھی گولڈزیہر کے نقطہ نظر کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور اسلامی اور رومی قانون میں اس اعتبار سے کسی تعلق یا نسبت کا انکار کیا ہے وہ لکھتی ہے:

> "What the praetor did, however, was not to twist the meaning of unambiguous laws in the interest of public welfare, but rather to supplement, qualify and in the long run undermine a body of traditional law by edictal legislation; and to this activity there is no parallel in islam."(۵)

گولڈزیہر کے مذکورہ دعوے دلائل کی قوت سے محروم محض گمان کی حد تک ہی رہے لیکن چونکہ مستشرقین ظن وتخمین کو مسلمہ حقائق کے طور پر پیش کرتے ہیں اس لیے اس میدان میں بھی انہوں نے اپنے انداز و رویہ کا اظہار کیا۔ فاضل مستشرق ایک اور مقام پر ذکر کرتا ہے کہ اسلامی قانون کے رومی قانون سے متاثر ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا وہ لکھتا ہے:

> "Islamic Jurisprudence shows undeniable traces of the iinfluence of roman law both in its methodology and in particular stipulation."(۶)

گولڈزیہر بار بار اس بات کا اعادہ تو کرتا ہے کہ اسلامی قانون رومی قانون سے متاثر ہوا لیکن کوئی واضح دلیل پیش نہیں کرتا جس سے اس کے دعویٰ کا اثبات ہو۔

قانون کا پروفیسر جی ایچ بوسکے (G.H.Bousquet) بھی کہتا ہے کہ گولڈزیہر نے اپنے نظریے کے متعلق خود کوئی دلیل پیش نہیں کی اور جو مماثلتیں دکھائی ہیں اگر وہ دس گنا بھی زیادہ ہوتیں تب بھی فقہ کی کتابوں میں حل کیے گئے مسائل کے مقابلہ میں دریا میں قطرے سے زیادہ نہیں اور اکثر صورتوں میں جو مماثلتیں ذکر کی گئی ہیں محض اتفاقی ہیں (۷)۔

حلقہ استشراق میں معروضیت پسندی اور دیانت داری کے ساتھ علمی تحقیق کرنے والوں میں ڈاکٹر سی اے نال لینو (C.A. Nallino) بھی شامل ہیں وہ کہتے ہیں کہ رومی قانون کے قواعد اور اسلامی قانون میں اگر بیرونی مماثلت و مشابہت پائی جاتی ہے تو اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا جب تک بیرونی مشابہت کی تائید اندرونی عناصر اور تاریخی دستاویزوں سے نہ ہو (۸)۔ یعنی ماخوذیت اور اثر پذیری کے اثبات کے لیے صرف ظاہری و سطحی مماثلتوں کو مدنظر نہیں رکھنا چاہیے بلکہ داخلی و اندرونی عوامل اور عناصر میں اشتراک اور تاریخی حقائق کے ذریعے اس کا ثبوت بھی ناگزیر ہے۔

گولڈزیہر کے بعد اس کا فکری جانشین اور اس کی فکر کو نظم و وسعت سے ہمکنار کرنے والا پروفیسر شاخت لکھتا ہے کہ اسلامی قانون نہ صرف قانونی امور میں بلکہ اصولی طور پر رومی قانون سے متاثر ہوا ہے وہ لکھتا ہے:

> "The parallels between Roman and Islamic law.are not restricted to rules and institutions of positive law; they occur in the field of legal concepts and principles, and extended even to fundamental ideas of legal science."(۹)

یہ وہ اسلوب و انداز ہے جس میں مستشرقین ید طولی رکھتے ہیں وہ ایک بھرپور دعویٰ لے کر آتے ہیں جس کے اثبات کے لیے مضبوط و صحت مند دلائل ہوں نہ ہوں وہ اپنے دعویٰ کو ایک حقیقت بنا کر دکھا دیتے ہیں۔ حلقہ استشراق میں بعض حقیقت پسند اور معروضیت کے حامل محققین بھی موجود ہیں جو شاخت جیسے حضرات کے دعوؤں کی حقیقت سے پردہ ہٹاتے رہتے ہیں۔ پروفیسر فٹیز جیرالڈ لکھتا ہے:

> "There is not a single reference in any Islamic law book to any Roman authority" .(۱۰)

کہ اپنی اصل کے اعتبار سے اسلامی و رومی قانون میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلامی قانون کے بارے میں پروفیسر

جیرالڈ لکھتا ہے:"Differs radically in character and intention from the Roman law."(۱۱)

اسلامی قانون کی تشکیل کے وقت مسلمانوں کے اہل روما کے ساتھ روابط یا رومی قانون و ادب کے عرب مسلمانوں کے پاس پہنچنے یا ان کے پاس ہونے کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔اس لیے اس بارے میں مستشرقین کے دعوے محض ظن و تخمین تک ہی محدود رہے۔

اسلامی قانون کے رومی قانون سے متاثر ہونے کی کیفیت

مذکورہ مستشرقین اور ان کی آراء نے اسلامی قانون کے بارے میں اسی تاثر کو فروغ دیا کہ یہ کوئی نیا قانون نہیں ہے بلکہ رومی قانون سے ماخوذ ہے اسی تصور کو آگے بڑھاتے ہوئے مستشرقین یہ کہتے ہیں کہ اسلامی قانون نے اہل روما کے قانون سے دو اعتبار سے اثر لیا ہے۔

(۱) براہ راست یا بلاواسطہ اثر　　(۲) بالواسطہ اثر

براہ راست اثر

بلا واسطہ اثر میں دو وسائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) رومی مدارس قانون　　(۲) بازنطینی عدالتیں جو مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں کام کر رہی تھیں

مستشرقین کے بقول تین بڑے شہروں قسطنطنیہ، بیروت اور اسکندریہ میں ایسے مدارس موجود تھے جو رومی قانون کی تعلیم دیتے تھے ان شہروں کو فتح کرنے کے بعد مسلمان فقہا نے ان سے اکتساب کیا اس طرح ان مدارس کا فقہ اسلامی کی تدوین میں براہ راست اثر ہے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ دعویٰ تاریخی حقائق کے منافی ہے۔

مدرسہ بیروت ۵۵۱ء میں ایک شدید زلزلے سے تباہ ہو گیا تھا اور اس مدرسے کی تمام سرگرمیاں معطل ہو چکی تھیں پروفیسر جیرالڈ بھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۵۶۰ء میں مدرسے کے دوبارہ آغاز کی کوششیں ہو رہی تھی تو اس کی نئی عمارت ایک آتشزدگی کی نظر ہو گئی اور اس کے بعد اس مدرسے کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا مسلمانوں نے ۶۳۵ء میں جب بیروت کو فتح کیا تو وہ مدرسہ کھنڈروں کے انبار کے سوا کچھ نہ تھا(۱۲)۔

جہاں تک مدرسہ سکندریہ کی بات ہے تو وہ جسٹی نین نے ۵۳۳ء میں قانونی طور پر بند کر دیا تھا، بلکہ اس کی تمام کتب بھی جلا دیں یہ واقعہ بھی فتح اسلامی سے ایک صدی قبل کا ہے(۱۳)۔

قسطنطنیہ میں مسلمان ۱۴۵۳ء میں داخل ہوئے جبکہ اس وقت تک فقہ اسلامی اپنی مضبوط بنیادوں پر استوار ہو چکی تھا اپنے موقف کے اثبات کے لیے مستشرقین بہت دور کی کوڑی لاتے ہیں بعض نے یہ دعویٰ کیا کہ امام اوزاعیؒ بعلبک میں پیدا ہوئے اور ان کا قیام بیروت میں رہا اور وہاں پر وہ رومی قانون کی باقیات سے متاثر ہوئے اس طرح فقہ اسلامی پر رومی قانون کا اثر ہوا اسی طرح امام شافعیؒ کے بارے میں موقف اختیار کیا گیا پروفیسر جیرالڈ کے بقول اس نقطہ نظر کا بانی وان

کریمر (Von Kremer) تھا(۱۴)۔

امام اوزاعیؒ کے بارے میں کیا گیا دعوی درست نہیں ہے۔امام صاحب کے دور سے قبل ہی ملک شام میں رومی قانون ختم ہو چکا تھااور اسلام اس علاقے کو اپنے رنگ میں رنگ چکا تھا۔

امام شافعیؒ کے بارے میں بھی بعض مستشرقین نے دعویٰ کیا کہ وہ بیروت میں رہے اور وہ اپنی تحریروں میں خاص طور پر علم اصول کے بارے میں رومی قانون سے متاثر ہوئے۔امام صاحب کے بارے میں مذکور دعویٰ اصابت سے محروم ہے۔ اس لیے کہ امام شافعیؒ غزہ (فلسطین) میں پیدا ہوئے دوسال کی عمر میں انہیں مکہ مکرمہ لے جایا گیا عمر کا بڑا حصہ حجاز اور یمن میں گزرا، کچھ عرصہ بغداد میں رہے آخری چند سال مصر میں گزارے اور وہیں پر فوت ہوئے امام صاحب کبھی بیروت گئے ہی نہیں نہ وہاں قیام کیا۔ جہاں تک علم الاصول کے بارے میں امام صاحب کی تحریروں کا تذکرہ ہے تو انہوں نے قرآن وسنت، فقہ صحابہ وتابعین کو بنیاد بنایا نہ کہ رومی قانون کو۔

دوسرا وسیلہ جس کا تذکرہ بلا واسطہ اثر میں کیا گیا یہ کہ مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں میں موجود بازنطینی عدالتوں سے استفادہ کیا مستشرقین کا یہ نقطہ نظر بھی تاریخی حقائق سے لگا نہیں کھاتا مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں سے جہاں کبھی رومی قانون نافذ تھا درج ذیل وجوہات کی بنا پر قطعا کوئی تاثیر قبول نہیں کی۔

☆ تمام مدارس اور ادارے جو رومی قانون کی ترویج کررہے تھے وہ فتح اسلام سے قبل ہی بند ہو چکے تھے۔

☆ رومی قانون لاطینی زبان میں تھا مسلمانوں نے جن علاقوں کو فتح کیا ان علاقوں کی زبان کبھی بھی لاطینی نہیں رہی۔

☆ مسلمان علماء وفقہا نے اگر مقامی عادات ورسوم پر بحث کی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ رومی قانون پر بحث کر رہے ہیں (۱۵)۔

رومی قانون سے بالواسطہ متاثر ہونے کے بارے میں مستشرقین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اسلامی فقہ چند اجنبی مصادر کے توسط سے رومی قانون کی تاثیر کا شکار ہوئی جیسے عرب کی جاہلی رسوم وعرف، نصرانی یا مسیحی ثقافت اور تراجم کتب کی تحریک

مستشرقین کا نقطہ نظر ہے کہ عرب کا جاہلی عرف اور وہاں کے رسوم ورواج تجارتی روابط کی بنا پر رومی قانون سے متاثر ہوئے اسی طرح رومیوں کے سیاسی اور فکری اثر ورسوخ نے بھی تاثر چھوڑا اور اسلام کی آمد کے بعد چونکہ جاہلی دور کی ساری عادات ورسوم ختم نہیں ہوئیں جن صالح امور کو باقی رکھا گیا ان کے ذریعے رومی قانون نے فقہ اسلامی کو متاثر کیا مذکورہ استشراقی موقف بھی دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے تاریخی ادب حلقہ استشراق کے اس موقف کی تائید کرنے سے قاصر ہے۔اس لیے کہ عرب عزلت کی زندگی بسر کررہے تھے وہ اپنے اردگرد کے ممالک سے کٹے ہوئے تھے۔(سیاسی اور فکری اعتبار سے) جزیرۃ العرب کے شمال میں بازنطینی سلطنت کا سیاسی اثر ورسوخ برائے نام تھا اور وہاں پر رومی قانون بھی نافذ نہیں تھا عرب اگر تجارت کے لیے رومیوں کے علاقے میں جاتے تھے تو وہ فارس کے علاقوں کے علاقوں کا رخ بھی

کرتے تھے کیا بات ہے کہ مستشرقین کو رومی اثر تو نظر آتا ہے فارسی اثر نظر نہیں آتا۔

رومی حکومت نے عرب تجار کے لیے کڑی شرائط رکھی ہوئی تھیں ان کو صرف چند بازاروں تک ہی رسائی حاصل تھی اسی طرح دولت روما کی آبادیوں کے ساتھ عربوں کے اختلاط کے بارے میں سخت تنگیاں موجود تھیں اس لیے رومی قوانین کی تاثیر کے عربوں تک انتقال کی بات درست نہیں دکھائی دیتی(۱۶)۔

نصرانی یا مسیحی ثقافت:

مستشرقین کے بقول نصرانی فرقے رومی قانون سے متاثر تھے اور یہ تاثیر نصرانیوں کے ذریعے اسلامی فقہ میں در آئی۔اسی طرح نصاریٰ کی تالیفات رومی قانون کے اثر کا شکار ہوئیں علمائے استشراق کا یہ موقف بھی بعید از حقیقت ہے۔نصرانی فرقوں کی تحریر کردہ قانونی کتب دسویں صدی عیسوی کے بعد لکھی گئیں اور یہ وہ دور ہے جب اسلامی فقہ پوری طرح اپنی بنیادوں پر استوار ہو چکی تھی۔نصرانی فرقہ نسطوریہ جو عراق میں مقیم تھا اور اس کی بنیاد پانچویں صدی عیسوی میں پڑی تھی اس فرقے سے تعلق رکھنے والے اہل علم نے دو چھوٹی کتب تحریر کیں جو موانع زواج اور نظام وراثت کے بارے میں تھیں اور ان میں سے پہلی کتاب سریانی زبان میں جبکہ دوسری کتاب پہلوی زبان میں تحریر کی گئی عراق میں اہل روما کا کبھی نفوذ نہیں رہا اس لیے ان کتابوں کے ذریعے فقہ اسلامی میں رومی فکر کا نفوذ ایک باطل نظریہ ہے اور جن دو زبانوں میں یہ کتب تحریر کی گئی تھیں وہ دونوں زبانیں مسلمانوں کے لیے اجنبی تھیں(۱۷)۔

تراجم کتب کی تحریک

دیگر زبانوں سے عربی میں کتب کے تراجم کا آغاز خالد بن یزید بن معاویہ(۹۰ھ) کے دور میں ہوا اور اسے عباسی خلفاء نے بام عروج تک پہنچایا مستشرقین کا نقطہ نظر ہے کہ ان تراجم کے ذریعے رومی قانون کے اثرات اسلامی فقہ کو منتقل ہوئے حالانکہ یہ بات تاریخی حقائق کے منافی ہے دیگر زبانوں سے جو کتب عربی میں ترجمہ ہوئیں ان میں کوئی کتاب قانون سے متعلق نہیں تھی ابن ندیم نے ترجمہ شدہ کتب کی فہرست دی ہے ان میں ایک کتاب بھی قانون کے بارے میں نہیں ہے(۱۸)۔

اجنبی لغت سے عربی میں منتقل ہونے والی قانون سے متعلقہ پہلی کتاب گیارہویں صدی عیسوی میں ترجمہ ہوئی اس کا اثر اسلامی فقہ پر نہیں ہو سکتا کیونکہ اس وقت تک فقہ اسلامی اپنی مضبوط بنیادوں پر استوار ہو چکی تھی۔

مستشرقین اجماع کی اصطلاح کے بارے میں اس رائے کے حامل ہیں کہ یہ اصطلاح بھی رومی قانون سے ماخوذ ہے۔گولڈزیہر یہ کہتا ہے کہ اسلامی قانون میں اجماع کا تصور رومی قانون سے متاثر ہے(۱۹)۔

حقیقت یہ ہے کہ اجماع کا تصور اسلام میں بڑا منفرد ہے اس سے مراد ایسا نظریہ ہے کہ جس کی اساس شریعت ہے اور جو اصول و قواعد کا حامل ہوتا ہے اور اس کا دیگر ادلہ اور مصادر سے بڑا گہرا ربط ہوتا ہے جبکہ رومی قانون میں اجماع حاکم،

قانون سازی میں حاکم سے مشورے، حاکم یا بادشاہ کے قانون ساز ہونے کی حیثیت کا تحفظ اور حاکم کی زیرنگرانی کام کرنے والوں کی آراء کو تحفظ دینا ہے۔

وان کریمر (Von kremer)(۲۰) یہ دعویٰ کرتا ہے کہ فقہ اسلامی اور قانون روما میں متعدد مسائل مشابہہ ہیں جیسے "البینة علی المدعی" (یعنی بارثبوت مدعی کے ذمے ہے) کا قاعدہ، بالغ ہونے کی عمر اور تجارتی معاملات کے بعض احکام فاضل مستشرق اس مشابہت کو اخذ و استفادہ سے جوڑتا ہے کہ اسلامی قانون نے رومی قانون سے استفادہ کیا ہے لیکن ان امور کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مشابہت ظاہری و سطحی نوعیت کی ہے۔

کریمر کا ذکر کردہ قاعدہ جس کی رو سے عدالت کے نزدیک بارثبوت مدعی پر ہے۔ حدیث نبوی سے ماخوذ ہے۔

یعنی بارثبوت مدعی پر ہے اور انکار کرنے والے پر قسم ہے۔(۲۱)

اس حدیث رسول کا زمانہ ان ممالک میں اسلامی فتوحات سے پہلے کا ہے جن پر رومی قانون مسلط تھا اس لیے اس قاعدہ کو قانون روما سے ماخوذ سمجھنا درست نہیں۔

سن بلوغ کے مسئلے میں دونوں قوانین میں فرق ہے اور کوئی خاص مماثلت نہیں ہے۔ رومی قانون کی رو سے لڑکی بارہ سال کی عمر کو پہنچ کر بالغ ہوتی ہے اور لڑکا چودہ سال کی عمر کو لیکن فقہ اسلامی کے مطابق لڑکے اور لڑکی کے سن بلوغت کی آخری حد پندرہ سال ہے تجارتی معاملات میں فقہ اسلامی اور رومی قانون کے بعض احکام صرف اس اعتبار سے مشابہت کے حامل ہیں کہ وہ اقتصادیات اور تجارت کے ایسے بنیادی ضوابط پر مبنی ہیں جو ان کے لیے ناگزیر ہیں لیکن ان دونوں کے دوسرے تفصیلی احکام میں فرق پایا جاتا ہے جیسے خیار رویت وغیرہ۔ فقہ اسلامی اور رومی قانون کی چند گنی چنی مماثلتوں کے علاوہ دونوں میں بنیادی اختلافات کثرت سے موجود ہیں جن میں سے چند مثالیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

☆ قانون روما کے اعتبار سے خواتین ساری عمر اپنے وارث ہی کی سرپرستی میں رہتی ہیں اور سرپرست کے اذن کے بغیر اپنا مال خرچ نہیں کرسکتیں۔

لیکن اس کے مقابلے میں اسلامی قانون عورت کو اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنے مال میں سے جائز تصرف کرسکتی ہے۔

☆ رومی قانون کے اعتبار سے مہر شوہر کا حق ہے جو بیوی یا اس کے سرپرست کے ذمے واجب الادا ہوتا ہے جبکہ اسلامی قانون مہر بیوی کا حق قرار دیتا ہے جس کا ادا کرنا شوہر کے ذمے ہوتا ہے۔

☆ قرضے کی ضمانت رومی قانون میں جائز نہیں جبکہ فقہ اسلامی (تمام مذاہب فقہ) میں جائز ہے۔

☆ رومی اور اسلامی قانون میں وراثت اور وصیت کے قواعد بالکل مختلف ہیں(۲۲)۔

علمائے استشراق رومی اور اسلامی قانون میں موجود مماثلتوں کو تلاش کر کے انہیں اجاگر کرتے ہیں اور محض ظاہر مشابہتوں کی بنا پر ماخوذ ہونے کا حکم صادر کر دیتے ہیں ان کا یہ رویہ درست نہیں کیونکہ صرف مشابہت ماخوذ ہونے کی دلیل ہرگز نہیں

ہوسکتی بعض امور کی حد تک قوانین میں مماثلت پائی جاسکتی ہے۔ کیونکہ احکام علل واسباب پر مبنی ہوتے ہیں لہٰذا جب دو ممالک میں اسباب وعلل میں یکسانیت پائی جائے گی تو اس یکسانیت کی وجہ سے احکام میں بھی مشابہت پائی جاسکتی ہے لیکن اس بات کو دلیل بنانا کہ ایک قانون نے دوسرے سے استفادہ کر کے اسے اپنے ہاں رائج کیا ہے درست نہیں ہے۔

فقہ اسلامی کی تدوین کی منظّم کوششوں کا آغاز امام ابوحنیفہؒ کے دور میں ہوا امام اعظمؒ نے باقاعدہ تدوین کی بنیاد رکھی آپؒ کے بھی قانون روما سے متاثر ہونے کے امکانات نہیں ہیں کیونکہ نہ تو آپ رومی زبان سے واقف تھے اور نہ آپ کا تعلق شام وفلسطین کے ایسے علاقوں سے رہا جو پہلے رومی سلطنت کا حصہ تھے۔اسی طرح آپ کے زمانے میں رومی قوانین کے عربی زبان میں ترجمہ کا بھی کوئی سراغ نہیں ملتا امام صاحبؒ اور دیگر آئمہ فقہ نے فقہ کو چار بنیادی سرچشموں (قرآن، حدیث، اجماع، قیاس) کی روشنی میں ترقی دی اور ان اساسی مصادر کے علاوہ جن دوسرے مصادر کا ذکر کیا جاتا ہے وہ سب بالواسطہ کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قیاس ہی میں داخل ہیں جہاں تک اجنبی ذریعے سے قانون سازی کی بات ہے تو اس میں شرائع ماقبل شامل ہیں لیکن اس سے مراد قرآن مجید سے پہلے کی آسمانی کتابوں کے وہ احکام ہیں جنہیں قرآن مجید نے منسوخ نہیں کیا ہے اور وہ دیگر اقوام کے عرف، رسوم ورواج اور معاشرتی اطوار پر مبنی نہیں ہیں بلکہ وحی الٰہی ہی پر مبنی ہیں۔

اسلامی قانون کے مقابلے میں رومی قانون کے تمام مآخذوں میں انسان کو اصل واضع قانون مانا گیا ہے اور اس کے فہم واختیار اور فیصلہ وحکم کو قانون کی اساس ٹھہرایا گیا ہے جبکہ اسلام میں قانون کا سرچشمہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات والا صفات ہے۔

اور اسی ذات وحدہ لاشریک کے ہاتھ فیصلوں کا اختیار رہے۔(۲۳)

"اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ."(۲۴)

اس صورت میں اسلامی ورومی قانون میں تعلق واشتراک کے دعوے کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے نتائج تحقیق

عالم اسلام کے نامور عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے قانون، اسلامی قانون اور اس پر بیرونی اثرات کے حوالے سے بڑی قیمتی تحریریں رقم اور ترجمہ کی ہیں ان کا کہنا ہے کہ فقہ کی توسیع وارتقاء میں بیسیوں بیرونی ماخذوں سے مدد لی گئی ہے۔لیکن قرآن وحدیث نے جن چیزوں کی حرمت طے کردی اسے کسی بیرونی اثر نے جائز نہیں بنایا اور اسی طرح جن چیزوں کو واجب قرار دیا گیا بیرونی اثرات کبھی ان کو جائز نہ قرار دے سکے صرف جن چیزوں کے بارے میں قرآن وحدیث ساکت تھے ان سے متعلقہ معقول رواجات جو قرآن وحدیث کے الفاظ اور روح سے متصادم نہ تھے قبول کیے گئے یا انہیں جاری رہنے دیا گیا۔

فقہ اسلامی پر قانون روما کے اثرات کی بحث کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے بڑے عمدہ انداز میں سمیٹا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ اس سوال کہ قانون اسلامی رومی قانون سے متاثر ہوا کہ نہیں، کی تائید میں صرف ایک امکان پیش کیا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اپنے قانون

کی ترقی وتدوین کے آغاز ہی میں ان علاقوں پر قبضہ کرلیا جہاں پہلے رومی (بازنطینی) حکومت تھی اس علاقے کے نومسلموں کا اور عام طور پر اس علاقے کے عرف ورواجوں سے قرآن وحدیث کے سکوت کے وقت فقہا کا مسائل اخذ کرنا ممکن ہے۔

۱۔ مرجع قانون اسلامی یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو وہ زبانیں آتی تھیں جن میں رومی قانون لکھا ہوا تھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ان علاقوں میں رہا جہاں پر وہ قانون رائج تھا۔

۲۔ اسلامی قانون کی بنیاد اولاً اپنی پیدائش گاہ کے رواجوں پر ہونی چاہیے حجاز میں رومی اثرات کبھی نہیں آئے۔

۳۔ تمام ابتدائی اسلامی فقہی مذاہب حجاز یا عراق یعنی غیر رومی علاقوں میں پیدا ہوئے اور پروان چڑھے، واحد استثنا امام اوزاعیؒ کا مذہب سمجھا جاتا تھا مگر یہ سندھی الاصل تھے اور بیروت کی فوجی رباط میں اواخر عمر میں قیام کیا تھا۔

۴۔ بلا شبہ اموی دور میں دار الخلافہ دمشق کے رومی علاقے میں تھا لیکن اموی دور میں فقہ سے زیادہ تفسیر، حدیث، تاریخ اور طلب وغیرہ پر توجہ دی گئی فقہ کا مرکز اموی دور میں بھی کوفہ اور حجاز ہی تھے عباسی دور میں فقہ پر توجہ ہوئی تو دار الخلافہ عراق میں منتقل ہو گیا تھا۔

۵۔ فلسفہ، منطق، جغرافیہ، طب، الہیات، ریاضی وغیرہ کے برخلاف فقہ میں کسی دور میں بھی معرب اصطلاحیں نہیں ملتیں بلکہ سب کی سب خالص عربی اصطلاحیں ہیں جو قرآن مجید یا حدیث نبویہ کے الفاظ سے ماخوذ ہیں۔

۶۔ دیگر علوم کے برخلاف فقہ اسلامی کی تدوین وترقی کے زمانے میں قانون کی کسی لاطینی کتاب کے عربی میں ترجمے کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا اور نہ ایسے فقہا ملتے ہیں جو رومی قانون کی کتابوں کو پڑھنے کے لیے اجنبی زبانوں مثلاً لاطینی، یونانی، اور سریانی سے واقف ہوں۔

۷۔ قریب قریب سارے مشہور فقہا غیر رومی علاقوں میں پیدا ہوئے خطہ حجاز کے بعد سب سے زیادہ ایران اور ترکستان نے فقہا پیدا کیے یہاں ایرانی اور بدھ مت کے قانون تو ہوں گے لیکن رومی اثرات نہیں۔

۸۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جنگی اور مال گزاری کے قواعد غیر رومی علاقوں سے اخذ کیے تھے جزیہ تک بھی قدیم ایران میں ملتا ہے رومی علاقوں میں نہیں قاضی القضاۃ کا عہدہ بھی ایران میں تھا۔

۹۔ قرآن مجید نے صراحت سے حکم دیا ہے کہ ذمی رعایا کو قانونی اور عدالتی خودمختاری حاصل رہے اور اس پر عہد رسالت ہی سے عمل شروع ہو گیا جو عثمانی ترکوں تک باقی رہا اس کا ناگزیر نتیجہ مسلمانوں اور ذمیوں کے نظام ہائے قانون کی ایک دوسرے سے جدائی اور باہم عمل ورد عمل سے علیحدگی رہی۔

۱۰۔ اسلامی فتوحات کے آغاز ہی پر مسلمانوں نے وقت واحد میں ایرانیوں اور رومیوں دونوں پر حملہ کر کے دونوں کو ایک ساتھ زیر کیا یہ کہنا کہ مفتوحین میں سے صرف رومیوں کا فاتحین پر اثر پڑا اور اسپین سے چین تک اور آرمینیا سے ہندوستان تک جو دیگر مفتوح اقوام تھیں ان کے رسم ورواج کا اثر نہ پڑا محض ترجیح بلا مرجح ہے۔

۱۱۔ تمدن اسلامی اور رومی تمدن میں بنیادی فرق بھی بہت ہیں جہاں تک میں تقابلی مطالعہ کر سکا عبادات، تعزیرات، مالیات، قرض وسود، وراثت، نکاح، نسب، خلع، غلاموں کی آزادی، عدل گستری، قانون بین الممالک وغیرہ میں کوئی مشابہت اور مماثلت نہیں ملتی، لے دے کے معاملات کا حصہ رہ جاتا ہے۔ ان کی مماثلت کے اسباب کی تلاش سے قطع نظر غیر مماثل ومشابہہ اجزاء کے وجود سے اتنا تو ضرور ثابت ہوتا ہے کہ قانون اسلامی کے بڑے حصے پر رومی قانون کا بالکل اثر نہیں ہے۔

۱۲۔ آغاز اسلام پر رومی قانون مشرقی روم میں رائج ہی نہ تھا سوائے چند صوبہ وار صدر مقاموں کے اور پادریوں نے عدل گستری اور تحکیم وثالثی اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی اور وہ مذہبی یا خودغرضانہ وجوہ سے غیر عیسائی رومی قانون سے رجوع کرنا پسند نہیں کرتے تھے (۲۵)۔

فقہ اسلامی کی رومی قانونی سے ماخوذیت بارے استشراقی نقطہ نظر کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مستشرقین کسی صورت بھی یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ اسلامی قانون ایک آزاد اور مستقل نظام قانون ہے جو دینی اور شرعی اصولوں پر وجود میں آیا اور اپنی مبادیات میں قانون اسلامی نے کسی اور نظام قانون سے اخذ واستفادہ نہیں کیا۔

اسلامی قانون اپنی اصل کے اعتبار سے الہامی ہے انسانی نہیں ہے یعنی انسان کا وضع کردہ نہیں ہے بلکہ الہامی نصوص اس کی بنیاد ہے۔ ستشرقین کی آراء اور منقولہ دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی قوانین کا قانون روما سے متاثر ہونے کا نقطہ نظر سطحیت کا حامل ہے اور روح (Spirit) اور مواد (Material) دونوں اعتبار سے اسلامی اور رومی قانون میں بعد المشرقین ہے۔ مستشرقین کی یہ کوششیں رہی ہیں کہ اسلام اور اس کے متعلقات کو ناقص اور کمزور ثابت کیا جائے اس لیے وہ مختلف آراء اور دعوے کرتے رہتے ہیں اگرچہ ان کے پاس ٹھوس دلائل وشواہد موجود نہ بھی ہوں تو وہ اپنی رائے قائم کر کے تشکیک وشبہات بہرحال پیدا کر دیتے ہیں لیکن ان آراء کے تنقیدی مطالعے سے ان کے موقف کی اصلیت تک بآسانی رسائی ہوسکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مستشرقین کی اسلام اور قانون کے بارے میں آراء وتحقیقات کا محاکمہ کیا جائے اور حقائق کو منصۂ شہود پر لایا جائے۔

مراجع وحواشی

(۱) حق، محمد عالم مختار (مرتب)۔ (۲۰۰۶ء)۔ نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ حصہ دوم۔ اشاعت دوم۔ ملتان: بیکن بکس۔ ۸۹۔۴۸۸

(۲) ایضاً۔ (۲۰۱۲ء) حصہ سوم۔ اشاعت اول۔ ملتان: بیکن بکس۔ ص ۲۱۸

(۳) The law quarterly review Fitzgerald, S.V. (January, 1952). "The alleged debt of islamic to roman law". 67_, p.94-98

(۴) القرآن، سورۃ التوبۃ ۹:۱۲۲

(۵) Crone, P. (1987). Roman, provincial and Islamic law. Cambridge: Cambridge University Press. p.105

(۶) Goldziher, I. (1981). Introduction ot Islamic theology and law. Princeton, N. J: Princeton University Press. p.44

(۷) حق، محمد عالم مختار۔(۲۰۰۶ء)۔ص ۲۶۷ (۸) ایضاً۔حصہ سوم۔ص ۲۱۱

(۹) Schacht, J. "Foreign Elements" in Islamic law, included in Islamic law and legal theory (Aldershot: dartmouth 1996)

(۱۰) Fitzgerald, S.V. (1951). The alleged debt, of Islamic to Roman law. Law quarterly review. p.87

(۱۱) Ibid. p.101 (۱۲) Ibid. p.95

(۱۳) ابوزہرہ، محمد۔(ل۔ت)۔بین الفقہ الاسلامی والقانون الرومانی۔القاہرہ۔ص ۱۰

(۱۴) Fitzgerald, S.V. The alleged debt. p.90

(۱۵) الدسوقی، أ۔د۔محمد۔ (۱۹۹۰)۔أمینۃ الجابر، الدکتورۃ، مقدمۃ فی دارسۃ الفقہ الاسلامی۔قطر: دارالثقافۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع۔ ص ۱۲۷

(۱۶) زیدان، عبدالکریم۔(ل۔ت)۔المدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیۃ۔القاہرہ: دالمطابع۔ص ۸۱

(۱۷) صوفی ابوطالب۔(ل۔ت)۔بین الشریعۃ الاسلامیۃ والقانون الرومانی۔القاہرۃ: دارالنفائس۔ص ۸۸

(۱۸) موسیٰ، محمد یوسف۔(ل۔ت)۔التشریع الاسلامی واثرہ فی التشریع الغربی۔القاہرۃ: دارالکتب الحدیثۃ۔ص ۱۰۹

(۱۹) Schacht, J. (1959). The origins of Muhammadan jurisprudence. Oxford: Clarendon Press. p.83

(۲۰) Von Kremer, cultureges chichte des orients unter den, viana, p.533

(۲۱) السیوطی، جلال الدین۔(ل۔ت)۔الجامع الصغیر من حدیث البشیر والنذیر۔مخطوط مکتبۃ عنیزۃ الوطنیۃ۔ص ۱۶۸

(۲۲) محمصانی، صبحی۔(ل۔ت)۔فلسفۃ التشریع فی الاسلام۔ دارالعلم للملایین۔ص ۲۳۵

(۲۳) القرآن۔سورۃ الانعام ۶:۶۲ (۲۴) القرآن۔سورۃ الانعام ۶:۵۷

(۲۵) حمیداللہ، ڈاکٹر۔(۱۹۶۵ء)۔امام ابوحنیفہ کی تدوین قانون اسلامی۔طبع پنجم۔کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ۔ص ۵۴۔۶۷